OPEN ACCESS
Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
www.tadabburjournal.com
Peer Reviewed Journal
ISSN (print):
ISSN (online):

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia (TUIRJ)
Volume:2, Issue2: July 2021

وراثت اور وصیت کے متعلق سورۃ النساء کے فقہی احکام کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Jurisprudential Rulings of Surah Al-Nisa 'Regarding Inheritance and Will

Published:
01-07-2021
Accepted:
15-05-2021
Received:
20-4-2021

Sumaira bibi.
M.phil Islamic Studies
The Islamia University Of Bahawalpur
Email: toobariaz4343@gmail.com

Abstract:

If human nature is alive and has the ability to think, then one sentence and one word is enough to wake it up and move it, but if human nature is dead, there are veils of disbelief and disobedience on vision and insight. Then hundreds of offices of writing, and thousands of statements and innumerable manifestations of power in the universe are not enough to awaken and move man.

In the universe and in the soul, the Creator of the universe has given innumerable proofs of monotheism and verses and proofs for guidance. Jill Shanah created him with His perfect power, from the womb to the arms of the mother and from there to the lap of the grave, in all stages to meet all the needs of man, any action of man in it. No interference, no perfection of any kind, it is just the kindness and reward of this merciful and gracious master.

Man's needs are usually linked to wealth in the capital. Wealth is one of the best means and means of fulfilling human needs, so naturally there is love of wealth in human nature. Therefore, he has not only allowed man to earn in a halal way, but has also given him regular encouragement. After giving all the details of the law, he explained the rights and obligations related to halal property, the rights related to wealth, the rights of Allah and the rights of the people, and ordered the payment of these rights.

Key Words: innumerable proofs, human nature, history, manifestations, Jurisprudential ،Islamic. Inheritance, Will

تمہید

انسان کی فطرت اگر زندہ ہو اور اس میں غور و فکر کی صلاحیت موجود ہو تو اسے جگانے اور حرکت میں لانے کے لئے ایک جملہ اور ایک بول بھی کافی ہو جاتا ہے، لیکن اگر انسان کی فطرت مردہ ہو چکی ہو، بصارت و بصیرت پر کفر و عصیان کے پردے پڑے ہوئے ہوں تو پھر انسان کو بیدار کرنے اور حرکت میں لانے کے لئے تحریر کے سینکڑوں دفاتر، اور ہزاروں بیانات اور کائنات میں موجود لاتعداد مظاہرِ قدرت بھی ناکافی پڑ جاتے ہیں۔

آفاق و انفس میں خالق کائنات نے بے شمار دلائل وحدانیت اور آیات و براھین برائے ہدایت ودیعت فرمائے ہیں، اگر انسان صرف اپنی خلقت میں غور و فکر کرے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب اس کی ذات کا کوئی وجود نہ تھا، وہ بالکل معدوم تھا، اللہ جلّ شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے وجود بخشا، رحم مادر سے لے کر ماںتا کی آغوش تک اور وہاں سے لے کر قبر کی گود تک، تمام مراحل میں اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کا مکمل انتظام فرمایا، انسان کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، کسی طرح کا کوئی کمال نہیں، یہ تو محض اس رحیم و کریم آقا کی مہربانی اور انعام و احسان ہے۔

انسان کی ضرورتیں عام طور سے دارالاسباب میں مال وزر سے مربوط ہیں۔ مال و دولت انسانی تقاضوں کو پورا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ اور سبب ہے، اس لئے فطری طور پر انسان کی طبیعت میں مال کی محبت پائی جاتی ہے، اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے اس نے انسان کو نہ صرف حلال طریقے سے کمانے کی اجازت دی ہے، بلکہ اس کی باقاعدہ ترغیب ارشاد فرمائی ہے، مال کمانے کے حلال ذرائع بتلائے ہیں، اس کے احکام کی وضاحت کی ہے، حرام ذرائع کی نشاندہی کی ہے، پھر حلال و حرام کی تمام تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد حلال اموال سے متعلق حقوق واجبہ و نافلہ بتلائے، مال سے متعلق حقوق اللہ اور حقوق الناس دونوں کو واضح کیا اور ان حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا"۔([1])

"مردوں کے لیے اُس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے"۔

احکام القرآن للجصاص

وراثت میں مردوں اور عورتوں کے حقوق

ابو بکر جصاص کا استنباط

"قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَدْ انْتَظَمَتْ هَذِهِ الْجُمْلَةُ عُمُومًا وَمُجْمَلًا, فَأَمَّا الْعُمُومُ فَقَوْلُهُ: "لِلرِّجَالِ وَلِلنِّسَاءِ" وقوله تعالى: {مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ} فَذَلِكَ عُمُومٌ فِي إيجَابِ الْمِيرَاثِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مِنْ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ, فَدَلَّ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ عَلَى إثْبَاتِ مَوَارِيثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ; لِأَنَّ أَحَدًا لَا يَمْتَنِعُ أَنْ يَقُولَ: إنَّ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ وَالْأَخْوَالَ وَأَوْلَادَ الْبَنَاتِ

www.tadabburjournal.com

مِنَ الْأَقْرَبِينَ، فَوَجَبَ بِظَاهِرِ الْآيَةِ إِثْبَاتُ مِيرَاثِهِمْ. إِلَّا أَنَّهُ لَمَّا كَانَ قوله {نَصِيبٌ} مُجْمَلًا غَيْرَ مَذْكُورِ الْمِقْدَارِ فِي الْآيَةِ امْتَنَعَ اسْتِعْمَالُ حُكْمِهِ إِلَّا بِوُرُودِ بَيَانٍ مِنْ غَيْرِهِ. إِلَّا أَنَّ الِاحْتِجَاجَ بِظَاهِرِ الْآيَةِ فِي إِثْبَاتِ مِيرَاثٍ لِذَوِي الْأَرْحَامِ سَائِغٌ"۔([2])

"ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ یہ جملہ عموم اور اجمال دونوں پر مشتمل ہے۔ عموم اس لیے کہ اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر ہے۔ نیز قول باری ہے (مماترک الوالدان والاقربون) والدین اور رشتہ داروں سے مردوں اور عورتوں کی میراث کے ایجاب پر یہ عموم ہے اس لحاظ سے یہ جملہ ذوی الارحام کی میراث کے اثبات پر بھی دلالت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ پھوپھیوں خالاؤں ماموؤں اور نواسے نواسیوں کو رشتہ داروں میں شمار کرنا کسی کے لیے ممتنع نہیں ہے۔ اس لیے ظاہر آیت کی بنا پر ان کی میراث کا اثبات واجب ہو گیا۔ لیکن چو کہ قول باری (نصیبا) مجمل ہے اور آیت میں اس کی مقدار کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے وقت تک اس کے حکم پر عمل ممتنع ہو گیا۔ جب تک کسی اور آیت کے ذریعے اس کے اجمال کی تفصیل اور بیان کا دردو نہیں ہو جاتا تاہم ظاہر آیت سے ذوی الارحام کی میراث کے اثبات کے لیے استدلال کی گنجائش ہے"۔

تفسیر مظہری

والدین یا قریبی رشتہ دار جو ترکہ چھوڑ جائیں ان میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ عورتوں کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے مستقلاً ان کے لیے والدین اور اقارب کے ترکہ کا ذکر کیا۔ مما قل منہ او کثر ترکہ کم ہو یا زیادہ یہ فقرہ مماترک سے بدل ہے قلیل مقدار کی جو لوگ پرواہ نہیں کرتے تھے اس فقرہ میں ان کو تنبیہ کر دی گئی (کہ ترکہ کم ہو یا زیادہ میراث سب میں جاری ہو گی) نصیباً مفروضا حصہ قطعی یہ مفعول مطلق تاکیدی ہے (فعل محذوف ہے) یا فاعل ظرف (للرجال) سے حال ہے حال در حقیقت مفروضاً ہے نصیباً اس کی تمہید ۔ یا فعل اختصاص محذوف ہے اور نصیباً کا نصب اختصاص کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے وارثوں کے حصے قطعی اور واجب کر دیئے ہیں کسی کے لیے ان کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ لفظ مفروضاً بتا رہا ہے کہ وارث اگر اپنے حصہ سے اعراض بھی کر لے یا اظہار بیزاری کر دے تب بھی اس کا حصہ ساقط نہیں ہوتا۔ یہ آیت دو لحاظ سے مجمل ہے۔(۱) اس میں حصوں کی تعیین نہیں (۲) اقرب سے کیا مراد اس کی وضاحت نہیں ان دونوں باتوں کا بیان شریعت (یعنی حدیث) میں آیا ہے۔ والدین بھی اگرچہ اقربین میں داخل تھے۔ مگر مستقلاً والدین کے ذکر کی دو وجہیں ہیں ایک تو والدین کی اہمیت دکھانی مقصود ہے اور دوسرا اس لیے کہ آیت کا سبب نزول والد کی میراث ہے۔([3])

تقابلی جائزہ

ابو بکر جصاص بیان کرتے ہیں کہ ظاہر آیت میں ذوی الارحام کی میراث کے لئے اثبات کے لئے استدلال کی گنجائش ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے آیت کا شان نزول بیان کر کے آیت کی تفسیر کی ہے۔

آیت:

"وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا"۔([4])

"اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو اور اُن کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو"۔

احکام القرآن للجصاص

تقسیم میراث کے موقع پر رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے لیے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا جائے

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ تقسیم میراث کے وقت آیت میں مذکور موجود لوگوں کو کچھ دینا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، قول باری (وقولوا لھم قولا معروفا، کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ مال میں گنجائش نہ ہو تا ان سے معذرت کرلی جائے سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میراث ورثاء میں تقسیم کر دی جائے گی۔ قول باری (فارزقوھم منہ) کا یہی مفہوم ہے اور غیر وارث افراد سے کہا جائے گا کہ یہ ان لوگوں کا مال ہے جو یہاں موجود نہیں ہیں یا یہ یتیموں کا مال ہے جو ابھی نابالغ ہیں۔ اس مال میں اگرچہ آپ لوگوں کا بھی حصہ بنتا ہے لیکن ہمیں اس میں سے آپ کو کچھ دینے کا اختیار نہیں ہے۔ غرض سعید بن جبیر کے نزدیک یہ بھی معذرت کی ایک صورت ہے۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب تقسیم کے وقت ان لوگوں کو کچھ دیا جائے تو نہ احسان جتلایا جائے نہ ڈانٹ ڈپٹ کی جائے اور نہ ہی سخت الفاظ استعمال کیے جائیں۔

تفسیر مظہری

قسمۃ سے مراد میراث کی تقسیم ہے۔ یعنی تقسیم کے وقت قریبی وارث اور رشتہ داروں کے علاوہ رشتہ دار آجائیں تو ترکہ جیسے تقسیم کیا جا رہا ہے اس میں سے بطور صدقہ انہیں دے دو۔ حضرت حسن بصری نے کہا وہ اس کا تابوت، برتن، بوسیدہ کپڑے، استعمال کا سامان اور وہ چیز جس کی تقسیم سے وہ حیاء محسوس کرتے وہ ان کو دے دیتے۔ (5)

تقابلی جائزہ

یہ آیت محکم یا منسوخ ہے اس کے متعلق ابو بکر جصاص نے فقہاء کی آراء کو بیان فرمایا ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ بات ثابت کی کہ میراث کی تقسیم کے وقت مذکور لوگ جن کا آیت میں ذکر آیا ہے کچھ دینا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی بیان کرتے ہیں کہ میراث کی تقسیم کے وقت اگر مذکور لوگ جن کا آیت میں ذکر آیا بطور صدقہ انہیں کچھ دے دینا چاہیے۔

آیت:

"وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا"۔ (6)

"اور ہم نے ہر اُس ترکے کے حق دار مقرر کر دیے ہیں جو والدین اور رشتہ دار چھوڑیں اب رہے وہ لوگ جن سے تمہارے عہد وپیمان ہوں تو ان کا حصہ انہیں دو، یقیناً اللہ ہر چیز پر نگراں ہے"۔

احکام القرآن للجصاص

عصبہ کا بیان

فقہاء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد ترکے میں سے بچے رہنے والا مال اس شخص کو دیا جائے گا جو میت کا سب سے قریبی عصبہ ہو گا۔ عصبات ان مرد رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے جن کی میت کے ساتھ قرابت باپ اور بیٹوں کے واسطے سے متصل ہوتی ہے۔ مثلاً دادا، علاتی بھائی، چچا اور اس کے بیٹے اس طرح وہ مذکر رشتہ دار جن کی پشت

ان سے نیچے ہو لیکن میت سے ان کا اتصال بیٹوں اور باپوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس قاعدے سے بہنیں خارج ہیں کیونکہ وہ بیٹیوں کی موجودگی میں عصبات بن جاتی ہیں۔ پھر عصبات میں وراثت کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ جو میت سے زیادہ قریب ہو گا وہ وارث ہو گا ور اس کے ہوتے ہوئے دور کے عصبہ کو وارث قرار نہیں دیا جائے گا۔

میت کے ساتھ جس مذکر رشتہ دار کی رشتہ داری کا عورتوں کے واسطے سے اتصال ہوتا ہے وہ عصبہ نہیں بنتا۔ آزاد کرنے والا آقا اپنے آزاد کردہ غلام اور اس کی اولاد کا عصبہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آزادی دینے والے آقا کی مذکر اولاد آزاد کردہ غلام کی عصبہ ہوتی ہے۔ جب اس کے آقا کی وفات ہو جائے گی تو اس کی مذکر اولاد آزاد کردہ غلام کی عصبات بن جائے گی اور غلام کی ولاء انہیں منتقل ہو جائے گی۔

یہ ولاء آقا کی بیٹیوں کو منتقل نہیں ہو گی کوئی عورت ولاء کی بناء پر کسی آزاد کردہ غلام یا لونڈی کی عصبہ نہیں بن سکتی۔ ہاں اگر اس نے خود کسی غلام کو آزادی دی ہو یا اس کے آزاد کردہ غلام نے آگے کسی کو آزاد کر دیا ہو تو اس صورت میں ولاء کی بنا پر وہ عورت اس کے عصبہ بن جائے گی۔ آزاد کرنے والا آقا سنت یعنی حضور ﷺ کے ارشاد کی رو سے عصبہ قرار دیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں بھی فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔(7)

اعتراض

اگر یہ کہا جائے کہ مرنے والانہ آزاد کرنے والے آقا کے رشتہ داروں میں سے ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے والدین میں سے تو آیت زیر بحث کے تحت یہ آقا میراث کا کیسے حق دار بن سکتا ہے۔

جواب

اگر آزاد کرنے والے آقا کے ساتھ میت کا کوئی نسبی رشتہ دار مثلاً بیٹی اور بہن بھی ہو تو اس صورت میں ترکہ کے اندر ان رشتہ داروں کے ساتھ اس کا بھی حصہ دار بننا درست ہوتا ہے۔ اگر چہ یہ میت کے رشتہ داروں میں سے نہیں ہوتا لیکن ترکہ کے حصوں میں اسے بھی حق حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ مجملہ ان ورثاء میں سے ہوتا ہے جن کے متعلق یہ کہنا درست ہوتا ہے کہ وہ اس ترکہ کے وارث ہو رہے ہیں جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ گئے ہیں اور اس صورت میں بعض ورثاء پر یہ بات صادق آئے گی کہ وہ والدین اور اقرباء کے وارث بنے ہیں۔(8)

ولاء موالات

ولاء موالات سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یہ عہد و پیماں کر لیتا ہے کہ ہم میں سے جو پہلے وفات پائے گا دوسرا شخص اس کا وارث ہو گا۔

موالی المولات یعنی عہد و پیمان کی بنا پر بننے والے حلیف اور دوستوں کی میراث کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور زفر کا قول ہے کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہو اور پھر اس نے اس کے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان کر لیا ہو تو اس کی موت پر اگر اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس کی میراث اس شخص کو مل جائے گی۔ امام مالک، امام شافعی، سفیان ثوری کا قول ہے کہ اس کی میراث مسلمانوں کو ملے گی۔

لیث بن سعد کا قول ہے کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے تو گویا اس نے اس کے ہی ساتھ عقد موالات کر لیا اور اس کی میراث اس کے لیے ہو گی اس کے سوا کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔

یحیٰی بن سعید کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص دشمنوں کی سرزمین سے آکر کسی کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تو اس کی ولاء اس شخص کو

حاصل ہو گی جس کے ساتھ اس نے موالات کیا ہو اور اگر کوئی ذمی کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہو تو اس کی ولاء عامۃ المسلمین کے لیے ہو گی۔(9)

ابو بکر جصاص کا استنباط

"قَالَ أَبُو بَكْرٍ: الْآيَةُ تُوجِبُ الْمِيرَاثَ لِلَّذِي وَالَاهُ وَعَاقَدَهُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ أَصْحَابُنَا؛ لِأَنَّهُ كَانَ حُكْمًا ثَابِتًا فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَحَكَمَ اللَّهُ بِهِ فِي نَصِّ التَّنْزِيلِ"۔(10)

"ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ آیت اس شخص کے لیے میراث کو واجب کرتی ہے جس کے ساتھ مرنے والے نے عہد و پیمان کا اس طریقے پر معاہدہ کیا تھا جو ہمارے اصحاب نے بیان کیا ہے کہ کیونکہ ابتدائے اسلام میں یہ حکم جاری تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں منصوص طریقے سے اس کا حکم دیا تھا"۔

تفسیر مظہری

مولیٰ اسفل (جو باہر سے آکر کسی سے معاہدہ کرے اور پناہ لے) وہ مولیٰ اعلیٰ (جس کی پناہ لی گئی ہو اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا گیا ہو) سے اپنی دوستی معاہدہ ختم کر سکتا ہے جب تک دیت نہ دی گئی ہو کیونکہ یہ عقد لازم نہیں اور اس کا مقام وصیت جیسا ہے۔ اسی طرح مولیٰ اعلیٰ کو بھی حق ہے کہ اس کی ولاء (معاہدہ) سے برأت کا اظہار کر دے کیونکہ یہ چیز لازم نہیں ہوتی مگر اس معاہدہ کو توڑنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسرا فریق بھی مجلس میں موجود ہو جس طرح وکیل کو معزول کیا جائے تو اس کو اطلاع کرنا ضروری ہوتا ہے مگر جب مولیٰ اسفل پہلے کی عدم موجودگی میں کسی غیر کے ساتھ معاہدہ کرے تو پہلے کی ولاء ساقط ہو جاتی ہے۔ جب اعلیٰ نے اسفل کی طرف سے دیت دی ہو اس صورت میں غیر سے ایسا معاہدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مولیٰ اعلیٰ تمام ترکہ یا جو باقی بچے اس کا وارث ہوتا ہے جبکہ مولیٰ اسفل وارث نہیں ہوتا۔ یہ صورت اس وقت ہوتی ہے جب میاں بیوی کو حصہ دے دیا جائے اور میت کا کوئی عصبہ اور نسبی صاحبِ فرض اور نہ کوئی ذی رحم محرم ہوتا ہے اور جب ان میں کوئی ایک بھی پایا جائے تو بالاجماع مولیٰ اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔

جمہور کا قول ہے کہ مولی موالات کو وارث قرار دینے کا دستور جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ حلیف کو دینے کا حکم تھا۔(11)

تقابلی جائزہ

امام ابو بکر جصاص نے اس آیت کریمہ سے عصبہ اور ولاء موالات کے فقہی احکام کو بیان کیا ہے جبکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے صرف مولیٰ الموالات کی وراثت کو بیان کیا ہے۔

آیت:

"يَسْتَفْتُونَكَ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ، وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ، وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا، وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"۔(12)

"لوگ تم سے کلالہ کے معاملہ میں فتویٰ پوچھتے ہیں کہو اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور

اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی، اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہو گا اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی، اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہو گا اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے"۔

تفسیر مظہری

اولاد نہ ہونے کی صورت میں بہن بھائیوں کی میراث

تمام علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک بہن کے لئے نصف اور دو یا زیادہ بہنوں کے لئے دو ثلث کی شرط کے لئے بچہ نہ ہونے کی جو شرط ہے اسی طرح پوتا یا اس سے نیچے لڑکا نہ ہونے کی بھی شرط ہے۔ اگر ایک بچہ ہو یا پوتا ہو تو بہنوں اور بھائیوں کے لئے کوئی حصہ نہ ہو گا ایک بچی ہو یا زیادہ بچیاں ہوں تو بھائی بہنوں کے لئے وہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں، ایک ہو یا زیادہ ہوں تو بچی کا نصف یا دو یا زیادہ ہوں تو دو ثلث دینے کے بعد باقی انہیں دیا جائے گا۔ بھائیوں کو اس لئے دیا جائے گا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

"أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ"۔ (13)

"فرائض (معین حصے) ان کے مستحقین کو دو، جو چیز باقی بچے تو سب سے قریبی مذکر کا حصہ ہے"۔ یہ روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور متفق علیہ ہے۔ اسی طرح بہن کا حصہ ایک ہو یا زیادہ ہوں انہیں بھی ایک بچی یا زیادہ کے ساتھ حصہ ملے گا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنالو۔

حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کی وراثت

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی (صرف باپ کی طرف سے بھائی) وارث نہیں ہوتے کیونکہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے میراث کے حق میں یہ فیصلہ فرمایا:

"أَنَّ أَعْيَانَ بَنِي الْأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ"۔ (14)

"اخیافی بھائی (ماں کی طرف سے بھائی) تو وارث ہوتے ہیں، لیکن باپ کی طرف سے بھائی وارث نہیں ہوتے۔
ایک شخص کا حقیقی بھائی وارث ہوتا ہے علاتی بھائی وارث نہیں ہوتا"۔

علاتی بہن کی وراثت

تمام علما کا اس پر بھی اجماع ہے کہ علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ، ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹے حصے کی مستحق ہو گی تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں۔ اس مسئلہ کو اس مسئلہ پر قیاس کیا گیا پوتی ایک ہو یا زیادہ ہوں، ایک حقیقی بیٹی کے ساتھ چھٹے حصے کی مستحق ہوتی ہے۔ دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں وہ وارث نہ ہوں گی کیونکہ دو تہائی پہلے دو بہنوں کو مل چکا ہے۔ ہاں ایک صورت ہے کہ ان کے ساتھ کوئی مرد بھی ہو تو وہ سب عصبہ بن جائیں گی اور باقی مال میں سے مرد کو عورت سے دوگنا ملے گا یا نصف مال، ان میں اسی حساب سے تقسیم کیا جائے گا جبکہ حقیقی بہن ایک ہو تو پہلے اسے نصف دیا جائے گا۔

اگر حقیقی بھائی نہ ہو تو علاتی بھائیوں کے لئے وراثت

تمام علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ علاتی بھائیوں کا حکم وہی ہو گا جو حقیقی بھائیوں کا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ حقیقی بھائی نہ ہوں تو اس آیت سے حکم ثابت ہو گا۔ (15)

تقابلی جائزہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس آیت سے علاتی بھائی اور بہن کی وراثت کے احکام کو بیان کیا ہے جبکہ ابو بکر جصاصؒ نے اس آیت میں خاموشی اختیار کی ہے۔

وصیت کے احکام

آیت:

"يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّھُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا"۔ ([16])

"تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے، اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصہ کی حق دار ہوگی (یہ سب حصے اُس وقت نکالے جائیں) جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اُس پر ہو ادا کر دیا جائے تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں، اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے"۔

احکام القرآن للجصاص

اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قول باری (یوصیکم اللہ فی اولادکم) میں صلبی اولاد مراد ہیں۔ نیز صلبی اولاد کے ساتھ کی اولاد اس حکم میں داخل نہیں ہے اور اگر صلبی اولاد موجود نہ ہو تو آیت سے بیٹوں کی اولاد مراد ہوگی، بیٹیوں کی اولاد نہیں اس لیے لفظ (اولادکم) صلبی اولاد اور ان کی عدم موجودگی میں بیٹوں کی اولاد کو شامل ہے۔ یہ بات ہمارے اصحاب کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے ولد یعنی بیٹا بیٹی کے لیے وصیت کر جائے تو اس کی وصیت اس شخص کی صلبی اولاد کے لیے ہوگی اور اگر صلبی اولاد نہ ہو تو پھر اس کے بیٹے کی اولاد کے لیے ہوگی۔

مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے

اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مذکر کو دو حصے ملیں گے اور مونث کو ایک حصہ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ان کی تعداد زیادہ ہو تو ہر مذکر کو دو حصے اور ہر مونث کو ایک حصہ ملے گا۔ نیز اس کا بھی پتہ چلا کر کہ اگر اولاد کے ساتھ ذوی الفروض مثلاً والدین، شوہر یا بیوی وغیرہ ہوں تو ذوی الفروض کو ان کا حصہ دینے کے بعد جو بچ رہے گا وہ اولاد کو درج بالا نسبت سے دے دیا جائے گا۔

اگر سب عورتیں ہوں

اگر سب عورتیں ہوں جن کی تعداد دو سے زائد ہو تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی ہے اور اگر ایک ہو تو اس کے لیے نصف ترکہ ہے، اللہ تعالیٰ نے دو سے زائد اور ایک کے حصوں کو منصوص طریقے پر بیان کر دیا لیکن دو کے حصوں کو بیان نہیں کیا اس لیے کہ آیت کے ضمن میں دو کے حصوں پر دلالت موجود ہے وہ اس طرح کہ ایک بیٹی کے لیے تہائی حصہ مقرر کر دیا جب کہ ساتھ ایک بیٹا بھی ہو۔ اب جب وہ مذکر یعنی بیٹے کے ساتھ ایک تہائی لیتی ہے تو پھر ایک بیٹی کے ساتھ تہائی حصہ لینا اولی اور اقرب ہے۔ اس کے بعد ہمیں دو سے زائد کے حکم کے لیے نص کی ضرورت تھی اس لیے دو سے زائد کا حکم منصوص طریقے پر بیان فرما دیا۔

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین کا حصہ

اولاد کے ساتھ ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا خواہ اولاد بیٹا ہو یا بیٹی اس لیے کہ لفظ ولد ان دونوں کو شامل کرتا ہے۔ البتہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر اولاد میں صرف بیٹی ہو تو وہ نصف سے زائد کی مستحق نہیں ہوگی۔

اگر میت صاحب اولاد نہ ہو

اگر میت صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا۔ اگر اس کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ تمام اہل علم کا قول ہے کہ اگر دو بھائی اور والدین ہوں تو بھی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ماندہ ترکہ باپ کو ملے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ دو بھائیوں کی صورت میں ماں کو تہائی حصہ ملے گا اور اس کا حصہ صرف اسی صورت میں گھٹ سکتا ہے، جب تین بھائی بہن ہوں۔ (17)

تفسیر مظہری

بیٹوں اور پوتوں کی وراثت

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیٹا نہ ہونے کی صورت میں پوتے بیٹوں کے قائم مقام ہوں گے، پوتے زیادہ ہوں یا ایک ہو جبکہ پوتیاں نہ ہوں تو تمام مال ان کا ہوگا۔ اگر صرف ایک پوتی ہو تو اسے نصف ملے گا۔ اگر زیادہ ہوں تو انہیں دو ثلث ملے گا۔ اگر ملے جلے ہوں تو مذکر و مؤنث سے دگنا ملے گا۔ اگر پوتے پوتیاں ملے جلے ہوں ساتھ ہی ایک صلبی یا زیادہ صلبی لڑکیاں ہوں تو صلبی بچی یا بچیوں کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنا دیا جائے گا۔

امام بخاری نے ہذیل بن شرحبیل سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو موسیٰ اور حضرت سلمان بن ربیعہ کے پاس آیا۔ دونوں سے پوچھا ایک آدمی فوت ہوا ہے جس کی اپنی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن موجود ہے۔ دونوں نے فرمایا بیٹی کے لئے نصف اور بہن کے لئے نصف ہے اور حضرت ابن مسعود کے پاس جاؤ وہ بھی ہماری موافقت کرے گا۔ وہ حضرت ابن مسعود کے پاس آیا آپ نے فرمایا اگر میں ایسا کروں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ میں اس میں وہ فیصلہ کروں گا جو حضور ﷺ نے فرمایا۔ بیٹی کے لئے نصف پوتی کے لئے چھٹا اور باقی ماندہ بہن کے لئے ہوگا پھر ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس گئے اور حضرت ابن مسعود کے قول سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے فرمایا جب تک یہ عالم موجود ہے مجھ سے اپنے مسائل نہ پوچھا کرو بہنیں صلبی بچیوں کے ساتھ وارث نہ بنیں گی جب تک انہیں دو ثلث نہ مل جائے۔ باقی ماندہ انہیں مل سکتا ہے مگر اس صورت میں جب صلبی بچیوں کے ساتھ کوئی مذکر بھی شامل ہو جائے تو پھر صلبی بچیاں عصہ بن جائیں گی۔ (18)

اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کا حصہ

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دو بھائی اور بہنیں ماں کو ثلث (تیسرا حصہ) سے سدس (چھٹا حصہ) کی طرف لوٹا دیتی ہیں، اگرچہ یہ خود باپ کی موجودگی میں محروم رہتی ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ چھٹا حصہ لیں گی جس سے انہوں نے ماں کو محروم کیا جبکہ یہ نقطہ نظر جمہور علما کے خلاف ہے۔[19]

دادا کا وراثت میں حصہ

باپ کی عدم موجودگی میں حقیقی دادا یا باپ دادا کی عدم موجودگی میں پر دادا کا وہی حکم ہو گا جو باپ کا ہے لیکن نانا باپ کے قائم مقام نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ باپ کی طرف سے دادا نہیں ہوتا، نہ وہ ماں کے قائم مقام ہو سکتا ہے کیونکہ نانا اس کی (عورت) جنس سے نہیں۔ اس جو جد فاسد کہتے ہیں۔ جد صحیح تو بچہ نہ ہونے کی موجودگی میں عصبہ بنتا ہے۔ اگر لڑکا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر اس کی لڑکی ہو تو باپ کا چھٹا حصہ اور باقی ماندہ بھی اسی کو ملتا ہے۔ اس کا حکم باپ کے حکم سے مختلف بھی ہے کہ یہ ماں کو ثلث سے سدس کی طرف نہیں لوٹاتا اور نہ ہی چوتھائی کی طرف لوٹاتا ہے جبکہ میت کا میاں یا بیوی ہو جبکہ باپ ایسا کر دیتا ہے۔

علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کیا دادا باپ کی طرح بھائیوں کو محروم کرتا ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ سب بھائیوں کو محروم کر دیتا ہے خواہ باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے ہو دونوں جانب سے حضرت ابو بکر صدیق اور دوسرے صحابہ سے یہی مروی ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دادا انہیں محروم نہیں کرتا بشرطیکہ وہ اس کے حقیقی بھائی یا باپ کی طرف سے بھائی ہوں اگر ماں کی طرف سے بھائی ہوں تو پھر دادا انہیں محروم کر دے گا۔

اگر دادا اور بہن بھائیوں کے علاوہ کوئی اور صاحب فرض بھی ہو تو دادا کو تین امور میں سے جو افضل صورت ہو گی وہ ملے گا یا تو تمام مال کا چھٹا حصہ دیا جائے گا جس طرح وارث دادا، دادی، بیٹی اور دو بھائی موجود ہوں تو دادا کو چھٹا دادی کو چھٹا، بیٹی کو نصف یعنی تین حصے اور دو بھائیوں کو ایک حصہ برابر برابر۔

مذکورہ صورت میں بعض اوقات کوئی چیز نہیں بچتی جس طرح وارث اگر دادا، دو بیٹیاں، ماں اور شوہر موجود ہو، اس صورت میں دادا کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ عول میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس مسئلہ میں اصل تو یوں ہونا چاہئے تھا بیٹیوں کو دو ثلث خاوند کو ایک چوتھائی ماں کو سدس تو یہ مخرج پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے عول میں اضافہ کر کے پندرہ حصے بنائے جائیں گے۔ تقسیم اس طرح ہو گی بیٹیوں کو آٹھ شوہر تین، ماں دو اور دادا بھی دو۔ بعض اوقات کچھ بچتا تو ہے لیکن چھٹے حصے سے کم بچتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وارث دادا، دو بیٹیاں اور خاوند کیونکہ ضابطہ کے مطابق بارہ حصے بنانے میں تقسیم ہو سکے گی، بیٹیوں کو دو تہائی یعنی آٹھ خاوند کو ایک چوتھائی یعنی تین باقی ایک حصہ بچتا ہے جبکہ دادا کو چھٹا حصہ ملنا چاہئے اس لئے عول تیرہ کرتے ہیں۔

بعض اوقات چھٹا حصہ بچتا ہے جس طرح وارث جب دادا، دو بیٹیاں اور ماں ہوں دادا کو پورا چھٹا حصہ ملے گا۔ ان تمام صورتوں میں بھائی محروم رہیں گے۔ کل چھ حصے کئے جائیں، چار حصے بیٹیاں ایک ماں اور ایک دادا۔ یا باقی ماندہ کا تیسرا حصہ۔ اس کی صورت یہ ہو گی کہ دوسرے صاحب فرض کو حصہ دینے کے بعد دادا کو باقی ماندہ کا تیسرا حصہ دیا جائے۔ اس کی صورت یہ بنتی ہے وارث دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن ہو۔ یا مقاسمہ کی صورت میں جب وارث خاوند، دادا اور بھائی ہو حقیقی بہن یا علاتی بہن، ان کے نزدیک دادا کی موجودگی میں صاحب فرض نہیں بنتی مگر مسئلہ اکدریہ میں وہ صاحب فرض بنتی ہے۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ وارث خاوند، ماں، دادا، اور بہن ہو، وراثت اس طرح تقسیم ہو گی۔ خاوند کو نصف، ماں کو تیسرا حصہ، دادا کو چھٹا حصہ ملے اور بہن کو نصف کیونکہ چھ حصے بنانے میں تقسیم ممکن نہیں۔ اس

لئے حصے نو بنائے جائیں گے پھر دادا کے حصے یعنی نو کو بہن کے حصہ یعنی تین کے ساتھ ضرب دی جائے گی۔ کل حصے ستائیس بن جائیں گے جو اس طرح تقسیم ہوں گے۔ نو حصے خاوند کے، چھ ماں کے، آٹھ دادا کے اور چار بہن کے یہ صورت اس لئے اپنائی جائے گی کیونکہ دادا کو مقاسمہ میں فائدہ ہے۔ اس مسئلہ کو اکدریہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بنی اکدر کی عورت کے متعلق سامنے آیا تھا۔

اگر بہن کی جگہ بھائی دو بہنیں ہوں تو کوئی عول نہیں ہوگا نہ ہی کوئی مسئلہ اکدریہ جاری ہوگا۔ اس صورت میں بھائیوں کے لئے کوئی چیز نہ ہوگی۔(20)

بھائیوں کے ساتھ جدہ صحیحہ کا حکم

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جدہ صحیحہ وہ ہوتی ہے کہ میت اور اس کے درمیان جد فاسد داخل نہ ہوں۔ آپ کے نزدیک جدہ صحیحہ وارث ہوتی ہے، اگرچہ ان کی تعداد کثیر ہو اگر وہ ہم پلہ ہوں اور ساقط نہ ہوں۔ امام مالکؒ اور داؤدؒ نے کہا دادیوں میں سے صرف دو وارث بنیں گی باپ کی ماں اور اس کی امہات، ماں کی ماں اور اس کی امہات ان میں سے قریبی بعیدی کو ساقط کردے گی۔

امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے اور امام احمدؒ نے کہا اور یہی امام شافعیؒ کا راجح قول ہے ان میں سے تین وارث ہوں گی، نانی، دادی اور پردادی، یہ ایک ہو یا زیادہ ہوں بالاتفاق ترکہ میں سے ان کا حصہ چھٹا ہوگا۔

جب ایک دادی ایک قرابت رکھتی ہو جس طرح دادی کی ماں اور دوسری دو قرابتیں رکھتی ہو جس طرح پڑنانی اور وہ دادی کی ماں بھی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ابدان کے اعتبار کرتے ہوئے سدس کو نصف نصف کرکے دونوں کو دیا جائے گا جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک جہات کے اعتبار کرتے ہوئے ثلث کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس باب میں قبیصہ بن ذویب کی حدیث ہے کہ ایک دادی میراث کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کتاب اللہ میں تیرے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں اور سنت رسول ﷺ میں بھی تیرا کوئی حصہ نہیں تو واپس چلی جا تاکہ میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھ لوں تو آپ نے صحابہ سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا

"جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ لَهَا: أَبُو بَكْرٍ مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: «حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ». فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى مِنْ قِبَلِ الْأَبِ إِلَى عُمَرَ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِي قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ، وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ شَيْئًا، وَلَكِنْ هُوَ ذَاكِ السُّدُسُ، فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ، فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا"۔(21)

"حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ایک دادی حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے جو یہی کہے تو حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی مثل آپ کو بتایا تو حضرت ابو بکرؓ نے وہی نافذ کر دیا۔ پھر ایک دادی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو میراث کا سوال کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا چھٹا حصہ ہے، اگر تم دو جمع ہو جاؤ تو یہ تمہارے درمیان برابر ہوگا اگر تم میں سے ایک ہو اس کے لئے چھٹا حصہ ہوگا۔ اسے امام مالک، امام احمد، امام ترمذی، ابوداود،

دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے"۔

موطا امام مالک اور سنن بیہقی میں ہے کہ دو دادیاں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئیں تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ جو دادی ماں کی طرف سے ہے اسے چھٹا حصہ دے دیں۔ تو ایک انصاری نے عرض کیا آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ اسے محروم رکھ رہے ہیں۔ یہ مرتی اور یہ مرنے والا زندہ ہوتا تو یہ اس دادی کا وارث بنتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چھٹا حصہ ان دونوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ دار قطنی نے اسے ابن عیینہ سے نقل کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ وہ انصاری حضرت عبد الرحمن بن سہل بن حارثہ تھے۔

علماء نے کہا نانی ماں کے قائم مقام ہوتی ہے تو اسے ماں کا کم سے کم حصہ دیا اور دادی کو نانی پر قیاس کر کے حصہ دیا کہ یہ والدین میں ایک کی ماں ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین دادیوں کو چھٹا حصہ دیا دو ماں کی طرف سے تھیں اور ایک باپ کی طرف سے تھی اسے دار قطنی سند مرسل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابو داؤد نے مراسیل میں ایک اور سند سے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے۔ دار قطنی اور بیہقی نے حسن کی مرسل سے نقل کیا۔ بیہقی نے محمد بن نصر سے ذکر کیا ہے کہ اس پر صحابہ اور تابعین کا اتفاق منقول ہے مگر حضرت سعد بن ابی وقاص کی رائے مختلف ہے تاہم انکار کی سند صحیح نہیں ہے۔

ماں تمام دادیوں کو محروم کر دیتی ہے کیونکہ بریدہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دادی کے لئے چھٹا حصہ معین کیا ہے جبکہ اس کے نیچے ماں نہ ہو۔ اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبید اللہ عتکی ہیں جس میں اختلاف ہے۔ ابن سکن نے اس کی تصحیح کی ہے۔

باپ ان دادیوں کو محروم کرتا ہے جو صرف باپ کی طرف سے دادیاں ہوں۔ یہ تینوں ائمہ کا نقطہ نظر ہے جبکہ امام احمد کا ایک ان سے مختلف ہے۔ آپ کا دوسرا قول وہی ہے جو دوسرے ائمہ سے منقول ہے۔ امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث سے استدلال کیا ہے، آپ نے ایک دادی کو بیٹے کے ساتھ وراثت میں حصہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ پہلی دادی ہے جسے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی وراثت سے چھٹا حصہ دیا۔ اسے امام ترمذی اور دارمی نے نقل کیا ہے ہم کہتے ہیں امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ قریبی بعیدی کو محروم کر دیتا ہے۔(22)

ان حقوق کی ترتیب جو ترکہ کے متعلق ہیں

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ترکہ میں سے سب سے پہلا حق میت کی تجہیز و تکفین کا ہوتا ہے۔ پھر باقی ماندہ مال کے تیسرے حصے سے وصیت ادا کی جائے گی۔ پھر باقی ماندہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ حضرت علی شیر خدا سے مروی ہے کہ تم اس آیت کو پڑھتے ہوئے من بعد وصیۃ رسول اللہ ﷺ نے وصیت سے پہلے قرض ادا فرمایا۔ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں

مال کے تیسرے حصے سے وصیت کا نفاذ حضرت سعد بن وقاص کی حدیث سے ثابت ہے۔ انہوں نے کہا فتح مکہ کے سال میں ایسا شدید بیمار ہو گیا کہ موت کے قریب جا پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ عیادت کرنے کے لئے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے۔ میری وارث صرف میری بیٹی ہے۔ پس میں تمام مال کی وصیت کر جاتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کی دو ثلث کی وصیت کرتا ہوں، فرمایا نہیں۔ میں نے عرض نصف کی وصیت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی تیسرے حصے کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیسرا حصہ ٹھیک ہے، تیسرا حصہ کافی ہے۔ اگر تم اپنی اولاد کو غنی چھوڑ کر جاؤ گے یہ ان کو فقیر چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کا منہ دیکھتے رہیں تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جو مال خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر دیا

جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تو اپنی بیوی کو کھلاتا ہے۔ اس پر بھی تمہیں اجر دیا جائے گا۔ متفق علیہ۔ امام ترمذی نے اسے اور الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اسمیں ہے دسویں حصے کی وصیت کرو۔ میں حضور ﷺ سے لگاتار کم مال چھوڑنے کے بارے میں گزارش کرتا رہا۔ آخر کار آپ نے فرمایا تیسرے حصے کی وصیت کرو اور تیسرا حصہ بھی بہت ہے۔ حضرت معاذ کی مرفوع حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے تمہاری وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے مال کے تیسرے حصے کی وصیت کرنے کی اجازت دے دی ہے تاکہ تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرے اور تمہارے مالوں کو پاک کردے۔ اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اسے طبرانی اور احمد نے حضرت ابوداؤد سے مرفوع نقل کیا ہے۔ اسے ابن ماجہ، بزار اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور عقیلی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (23)

تقابلی جائزہ

ابوبکر جصاص نے مرد اور عورت کی میراث کی وضاحت کی ہے۔ جبکہ قاضی صاحب نے وراثت کے مسائل جیسے بیٹوں اور پوتوں، والدین اور بھائیوں کی میراث بیان کی اور ان حقوق کی ترتیب بیان کی جو ترکہ کے متعلق ہیں۔

آیت:

"وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ، فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، غَيْرَ مُضَاۗرٍّ، وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ"۔ (24)

"اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں ں نے کی ہو پوری کردی جائے، اور قرض جو اُنہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں اُن کا حصہ آٹھواں ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کردی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے، جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کردی جائے، اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے"۔

احکام القرآن للجصاص

مرد صاحب اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ اور صاحب اولاد ہو تو بیوی کا حصہ

اگر مرد صاحب اولاد نہیں ہو تو بیویوں کو ترکے کا چوتھائی ملے گا۔ اور اگر مرد صاحب اولاد ہو تو بیویوں کو ترکے کا آٹھواں حصہ

ملے گا۔ اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر ایک شخص کی چار بیویاں ہوں گی تو وہ آٹھویں حصے میں شریک ہوں گی۔ البتہ سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر ماں باپ ہوں تو شوہر اور بیوی کے ہوتے ہوئے انہیں کتنا حصہ ملے گا۔

حضرت علیؓ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ بیوی کو چوتھائی حصہ ماں کو باقی ماندہ کا تہائی اور باقی ترکہ باپ کو مل جائے گا۔ شوہر کی صورت میں اسے نصف، ماں کو باقی ماندہ کا تہائی اور بقیہ ترکہ باپ کو مل جائے گا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ ان صورتوں میں بیوی اور شوہر کو ان کا مقررہ حصہ ملے گا۔ ماں کو مکمل ایک تہائی حصہ ملے گا اور باقی ماندہ ترکہ باپ کو جائے گا۔(25)

بیٹے کی اولاد کی میراث

بیٹے کی اولاد دو صورتوں میں سے ایک کے اندر ترکے کی حق دار ہوتی ہے یا تو صلبی اولاد موجو نہ ہو۔ اس صورت میں پوتے پوتیاں صلبی اولاد کی قائم مقام ہو جاتی ہیں یا صلبی اولاد پورے ترکے کی حق وارنہ بن رہی ہو، مثلا ایک یا اس سے زائد بیٹیاں ہوں۔ اس صورت میں بیٹے کی اولاد باقی ماندہ یا بعض صورتوں میں پورے ترکے کی وارث ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ بات کہ صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتے پوتیاں ان کے ساتھ میراث میں اس طرح شریک ہو جائیں جس طرح صلبی اولاد کی آپس میں شراکت ہوتی ہے تو انہیں اس کا حق حاصل نہیں ہوتا۔(26)

مشرکہ کا بیان

مشرکہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی وفات کے بعد اس کا شوہر، اس کی ماں، اس کے اخیافی اور حقیقی بھائی بہن موجود ہوں۔

مشرکہ کے مسئلے میں صحابہ کرام میں میں اختلافِ رائے ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابی ابن کعبؓ کا قول ہے کہ شوہر کو نصف ترکہ، ماں کو چھٹا حصہ اور بھائی بہنوں کو تہائی حصہ ملے گا۔

حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ ماں کو چھٹا حصہ، شوہر کو نصف ترکہ، اخیافی بھائی بہنوں کو تہائی ملے گا۔ اس کے بعد حقیقی بھائی بہن، اخیافی بھائی بہنوں کی طرف رجوع کر کے ان کے ساتھ اس طرح شریک ہو جائیں گے کہ انہیں حاصل شدہ تہائی حصہ ان سب کے مابین مساوی طور پر تقسیم ہو جائے گا۔(27)

جائز وصیت کی مقدار کا بیان

ابو بکر جصاص کا استنباط

"قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَهَذِهِ الْأَخْبَارُ الْمُوجِبَةُ لِلِاقْتِصَارِ بِالْوَصِيَّةِ عَلَى الثُّلُثِ عِنْدَنَا فِي حَيِّزِ التَّوَاتُرِ الْمُوجِبِ لِلْعِلْمِ لِتَلَقِّي النَّاسِ إِيَّاهَا بِالْقَبُولِ، وَهِيَ مُبَيِّنَةٌ لِمُرَادِ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْوَصِيَّةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْكِتَابِ أَنَّهَا مَقْصُورَةٌ عَلَى الثُّلُثِ"۔(28)

"ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ وہ روایات جو وصیت کو تہائی مال تک محدود رکھنے کی موجب ہیں ہمارے نزدیک تواتر کا درجہ رکھتی ہیں اور یہ تواتر موجبِ علم ہے کیونکہ اہل اسلام نے ان روایات کو قبول کیا ہے اور یہ آیت وصیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مراد کو بیان کرتی ہیں کہ وصیت تہائی مال تک محدود ہے"۔

"جس شخص کے ذمے کسی کا قرض نہ ہو اور اس نے وصیت بھی نہ کی ہو تو اس کا سارا مال اس کے ورثاء کو مل جائے گا"۔

وارث کے لیے وصیت کر جانے کا بیان

اس شخص کے متعلق فقہاء میں اختلاف رائے ہے جس نے تہائی سے زائد کی وصیت کی ہو اور اس کی زندگی میں اس کے دوسرے ورثاء اس پر رضامند ہو گئے ہوں یا اس نے اپنے بعض ورثاء کے لیے وصیت کی ہو اور اس کی زندگی میں باقی ورثاء نے اس کی اجازت دیدی ہو امام ابو حنیفہ، امام یوسف، امام محمد، زفر، حسن بن زیاد، حسن بن صالح، عبید اللہ بن الحسن اور امام شافعی کا قول ہے کہ یہ بات اس وقت تک جائز نہیں ہو گی جب تک دوسرے ورثاء اس شخص کی موت کے بعد بھی اس کی اجازت نہ دے دیں۔

ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ "اگر دوسرے ورثاء اس شخص کی وفات کے بعد بھی اس وصیت کی اجازت دے دیں تو تمام فقہاء کے نزدیک یہ وصیت جائز ہو جائے گی، جب دوسرے ورثاء کو میت کی زندگی میں اس وصیت کے نسخ کرنے کا اختیار نہیں تھا تو ان کی اجازت بھی قابل عمل نہیں ہو گی کیونکہ میت کی وفات سے پہلے ورثاء کسی چیز کے بھی حصہ دار نہیں بنے تھے"۔(29)

وصیت میں ضرر رسانی کا بیان

ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ "وصیت میں ضرر رسانی کی کئی صورتیں ہیں اول یہ کہ وصیت میں کسی اجنبی کے لیے اپنے پورے یا بعض مال اقرار کرے یا اپنے ذمے کسی کے قرض کا اقرار کرے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور مقصد یہ ہو کہ میراث کو اس کے وارث اور حق دار سے روک دے"۔

"دوم یہ کہ اپنی بیماری میں کسی دوسرے کے ذمے اپنے قرض کی وصولی کا اقرار کرلے تاکہ قرض کی یہ رقم اس کے وارث کو نہ مل سکے۔ سوم یہ کہ اپنی بیماری میں اپنا سارا مال کسی غیر کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت کی وصولی کا اقرار کرلے، چہارم یہ کہ بیماری کے دوران اپنا مال ہبہ کر دے یا تہائی سے زائد مال صدقہ کر دے۔ اور اس طریقے سے ورثاء کو نقصان پہنچا دے ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے جائز وصیت سے زائد مال کی وصیت کر جائے جبکہ جائز وصیت تہائی مال کے اندر ہوتی ہے"۔

"یہ تمام وجوہ وصیت میں ضرر رسانی کی صورتیں ہیں اور وصیت میں ضرر رسانی کبیرہ گناہ میں سے ہے"۔(30)

نسب کے باوجود میراث سے محروم رہنے والوں کا بیان

کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا، اسی طرح غلام کسی کا وارث نہیں بن سکتا۔ نیز قتل عمد کا مرتکب بھی وراثت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔

ائمہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اکثر تابعین اور فقہائے امصار کا یہی قول ہے۔

مرتد کی میراث

مرتد کی میراث کے بارے میں جو اس نے حالت اسلام کی کمائی کے نتیجے میں چھوڑدی ہو سلف میں اختلاف رائے ہے۔ حضرت علیؓ، عبد اللہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حسن بصری، سعد بن المسیب، ابراہیم نخعی، جابر بن زید، عمر بن عبد العزیز، حماد بن الحکم، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، زفر، ابن شبرمہ، ثوری، اوزاعی اور شریک کا قول ہے کہ اس مرتد کی موت یا ارتداد کی بنا پر قتل ہو جانے کی صورت میں اس کے مسلمان ورثاء اس کی میراث کے حق دار ہوں گے۔ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے کہ اس کی میراث بیت المال میں جائے گی۔

حالت ارتداد میں اس شخص کی کمائی ہوئی میراث کے متعلق بھی اختلاف رائے ہے کہ اس کی موت یا قتل ہو جانے کی صورت

میں اس کی یہ میراث کسے ملے گی۔ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کا قول ہے کہ مرتد ہو جانے کے بعد اس کی ساری کمائی کو فی شمار کیا جائے گا۔

امام ابو یوسف امام اور اوزاعی سے ایک روایت کے مطابق ارتداد کے بعد اس کی ساری کمائی ہوئی میراث بھی اس کے مسلمان ورثاء ہی کو مل جائے گی۔

اگر کوئی شخص کسی میراث کا وارث بن جائے اور پھر تقسیم میراث سے پہلے اس کی وفات ہو جائے تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کو چلا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ مرتد ہو جائے تو میراث میں جس حصے کا وہ حق دار بن گیا ہے وہ باطل نہیں ہوگا۔ اس بارے میں کسی اختلاف کا کوئی علم نہیں۔

نیز اس کی حیثیت اس شخص جیسی نہیں ہوگی جو مورث کی موت کے وقت مرتد تھا۔ اس طرح جو وارث مورث کی موت کے بعد تقسیم ترکہ سے قبل مسلمان ہو گیا ہو یا اسے آزاد کر دیا گیا ہو اسے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔([31])

عول کا بیان

حضرت عمرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے فرائض میں عول کا عمل جاری کیا تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی خاص صورت میں ورثاء کے متعین حصے ترکے کے حصوں سے بڑھ جائیں تو اس وقت تمام حصہ داروں کے حصوں میں اسی نسبت سے کمی کر کے سب کے حصے پورے کر دیئے جاتے ہیں۔ اس عمل کو علم الفرائض میں عول کہتے ہیں۔

تقابلی جائزہ

ابو بکر جصاص نے اس آیت سے وصیت سے متعلق فقہی احکام استنباط کیے ہیں۔ جائز وصیت کی مقدار کی وضاحت کی۔ مرتد کی میراث بیان کی ہے۔ جبکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس آیت میں خاموشی اختیار کی ہے۔

حوالہ جات

1ـ النساء، ۴:۷ـ

2ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۲، ص ۸۳ـ۸۴ـ

3ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۲۵۵ـ

4ـ النساء، ۴:۸ـ

5ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۲۵۶ـ

6ـ النساء، ۴:۳۳ـ

7ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص ۴۸۲ـ

8ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص ۴۸۲ـ

9ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص۴۸۷ـ

10ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۲، ص۲۲۶ـ

11ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۳۴۰ـ

12ـ النساء، ۴:۱۷۶ـ

13ـ مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض باھلھا، ج۲، ص ۳۲، حدیث: ۱۶۱۵ـ

14ـ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی میراث الاخوۃ من الاب والام، ج۲، ص ۳۰، حدیث: ۲۰۹۴ـ

15ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۵۵۴ـ

16ـ النساء، ۴:۱۱ـ

17ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص۱۹۱تا۲۱۲ـ

18ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۲۶۰ـ

19ـ ایضاً، ص۲۶۱ـ

20ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۲۶۴ـ

21ز ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۷۲۴ـ

22ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۲۶۶ـ

23ـ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۲، ص۲۶۹ـ

24ـ النساء، ۴:۱۲ـ

25ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۲، ص ۲۱۲ـ

26ـ ایضاً، ج۳، ص۲۱۳ـ

27ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۲، ص ۲۳۲ـ

28ـ ایضاً، ص۱۱۸ـ

29ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص۲۴۹ـ

30ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص ۲۵۴ـ

31ـ الجصاص، احکام القرآن، ج۳، ص۲۵۹ـ